رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱۱

رجسٹرڈ انگلیشہ نمبر ۱

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ ...... ے

ششماہی ...... ہے

سہ ماہی ...... عہ

شرح چندہ

سالانہ ...... ے

ششماہی ...... ہے

سہ ماہی ...... عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد ۳ | ۱۷ شہریور ۱۳۵۲ ف | ۲۰ رجب ۱۳۶۲ھ | ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر ۱۵

مملکت آصفیہ کی معاشی و معاشری

ترقی کی سرگزشت

(۲)

تعلیمات

اعلیٰحضرت بندگانعالی ۱۳۲۰ف میں تخت نشین ہوئے اور اس وقت تعلیمات کے سالانہ مصارف صرف (۹۹۰۰) لاکھ روپے تھے۔ لیکن اب یہ مصارف (۱۲۷۵) لاکھ روپے ہوگئے ہیں۔

گذشتہ ۵۰ سال کے عرصہ میں تعلیمی اداروں اور تعلیم پانے والوں کی تعداد میں پانچ گنا اضافہ ہوگیا ہے ۱۳۱۰ف میں مدرسہ جانے کے قابل عمر والی آبادی کا ۵ فیصد سے بھی کم حصہ زیر تعلیم تھا۔ لیکن اب یہ تعداد تقریباً ۵ فیصد ہوگئی ہے۔ جو لڑکے مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ اسکول جانے کے قابل عمر والی آبادی ذکور کا ۲۰ فیصد ہیں۔ اور جو لڑکیاں زیر تعلیم ہیں وہ اسکول جانے کے قابل عمر والی آبادی اناث کا تقریباً ۵ فیصد ہیں۔ اس کے برعکس پہلے یہ تعداد (۱۰۰) فیصد تھی گویا کہ اب تعلیم پانے والے لڑکوں کی تعداد پانچ گنی اور لڑکیوں کی تعداد سات گنی ہوگئی ہے۔ ممالک محروسہ کے تمام حصوں میں مدارس کا ایک جال سا پھیلا ہوا ہے اور ہر موضع کے لئے مدرسہ قائم کرنا مقصود ہے اگرچہ جنگ شروع نہ ہوگئی ہوتی تو لازمی ابتدائی تعلیم اب تک نافذ کردی جاتی لیکن یہ تجویز سردست ملتوی کردی گئی ہے کیونکہ اس کے لئے کافی مصارف کی ضرورت ہے۔ فی الحال (۱۰۰۰) سے زیادہ تحتانی مدارس موجود ہیں اور ابتدائی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ غرض کہ اس طرح حیدرآباد کی وفادار رعایا ترقی کررہی ہے اور بہترین طریقے پر ملک و مالک کی خدمت کرنا ہی اس کا مقصد حیات ہے۔

ایک ایسی جامعہ کا قیام جہاں ہندوستان کی مشترکہ زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے نہ صرف حیدرآباد بلکہ سارے ہندوستان کی تعلیمی تاریخ میں ایک یادگار واقعہ ہے۔ جامعاتی مدارج میں ہندوستان کی مشترکہ زبان اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا یہ شاندار تجربہ پوری طرح کامیاب ثابت ہوا ہے اور اب اس کے آثار نظر آنے لگے ہیں کہ آئندہ تمام ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کو اسی اصول پر ترقی دی جائے گی۔

وسائل نقل و حمل اور آب پاشی

تیس سال کی اس مدت میں تقریباً (۳۰۰۰) میل مجموعی طول کی سڑکیں تعمیر کی گئیں جن میں سے سڑکیں پختہ ہیں بڑے دریاؤں پر ۲۳ اور ندیوں پر ۳۰ پل بنائے گئے ہیں اور نظام ساگر، پالیر، ویرا اور منجیرا جیسے ۱۷ عظیم الشان وسائل آب پاشی کی تکمیل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ زیرآب پاشی رقبے کو مزید وسعت دینے کے لئے تکمیل ہزار میل پکھال اور چارم جیسے قدیم تالابوں کی مرمت کی گئی اور اس طرح تین لاکھ ایکڑ سے زیادہ خشک آراضی کو زیر آب پاشی آراضی میں تبدیل کردیا گیا۔ نظام ساگر اور ملک کی نہریں اور عثمان ساگر اور حمایت ساگر ہندوستان کے عظیم ترین وسائل آب پاشی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

محکمہ تعمیرات عامہ نے (۱۰۰۰۰۰۰۵۰۱) روپے سالانہ کے اپنے معمولی اخراجات کے علاوہ گذشتہ بیس برس کے دوران میں تعمیرات کی بڑی اسکیموں پر حسب ذیل رقمیں بھی صرف کی ہیں۔

عمارات	(۰۰۰ر۰۰ر۳۰ر۹)	روپے
وسائل آب پاشی	(۰۰۰ر۰۰ر۱۰ر۶)	"
عظیم وسائل آب پاشی	(۰۰۰ر۰۰ر۰۰ر۸)	"
امدادی طبیعاتی و موٹر گاڑی	(۰۰۰ر۰۰ر۲۵ر۲)	"
آبرسانی	(۰۰۰ر۰۰ر۲۵ر۲)	"
سڑکیں	(۰۰۰ر۰۰ر۵۵ر۱)	"

سرکار عالی کی ریلوے لائن کا مجموعی طول (۱۳۰۰) میل ہے جس میں مزید توسیع بھی زیر غور تھی لیکن فی الحال جنگی حالات کی وجہ سے یہ کام ملتوی کردیا گیا ہے۔ سرکار عالی کی ریلوے نے (۱۰۰۰) میل مجموعی طول کی سڑکوں پر ایک بس سروس بھی جاری کی ہے جو ریلوں سے مربوط ہے اور ممالک محروسہ کے اکثر اضلاع کو باہم مربوط کرتی ہے۔

ریلوے لائن کے ساتھ ہی اس کے متوازی فراہمی برقی کی لائن کو بھی حکومت نے اپنے زیر انتظام لے لیا ہے اور محکمہ پرواز اور فضائی کلب بھی قائم کیا ہے۔ ممالک محروسہ کے فضائی راستے شاہی فضائی سروس کا ایک اہم حصہ ہیں اور توقع ہے کہ محکمہ ریلوے بہت جلد ممالک محروسہ میں پرواز سے متعلق ہوائی خدمات کی تکمیل کرے گا۔

ٹیلیفون کی لائنوں میں نہ صرف بلدہ حیدرآباد بلکہ اضلاع کے سات مقامات میں بھی بہت توسیع ہوئی ہے اور داخلی لائنوں میں اضافے کے علاوہ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ حیدرآباد کی ٹیلیفون لائن کو برطانوی ہندکی ٹرنک لائن سے مربوط کردیا جائے۔

صحت عامہ اور حفظان صحت

محکمہ طبابت ۱۳۲۹ف میں قائم ہوا تھا اور اس کے فرائض صرف معالجہ تک محدود تھے ۱۳۱۲ف میں ...

بقیہ صفحہ (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۲ | ۲۷ شہریور ۱۳۵۲ف | نمبر ۱۵

فساد انگیز تجویز

مسٹر کشن گاؤ معتمد پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس اپنے ایک بیان میں جو گزشتہ ہفتہ شائع ہوا ہے تحریر کرتے ہیں کہ:

"پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس قائمہ نے حکومت سرکار عالی کی تعلیمی پالیسی کے پیش نظر صورت حال پر سنجیدہ غور کیا ہے اور وہ اس ناگوار اور ناگزیر نتیجہ پر پہونچی ہے کہ پبلک کے اس مطالبہ سے متعلق کہ ادنیٰ اور علی ثانوی تعلیم میں طلبہ کی مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے حکومت نے تاخیلی روش اختیار کی ہے۔ حکومت سرکار عالی کا یہ ادعا ہے کہ وہ ہندوستان میں سب سے پہلی یونیورسٹی کی بانی ہے جہاں ایک دیسی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ اس اصول کی علمبردار ہے کہ مادری زبان کو کالج کی جماعتوں میں بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے لیکن یہ صورت حال افسوسناک ہے کہ جب غیر اردو داں آبادی کی جانب سے اسی قسم کا مطالبہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اپنا عملی تعصب ایسی بھول جاتی ہے۔"

مسٹر کشن گاؤ نہ تو ماہر تعلیم ہیں نہ ماہر لسانیات لیکن تعجب ہے اس قائدانہ انداز سے پیش فرماتے ہیں کہ گویا آپ ماہر تعلیم بھی ہیں اور ماہر لسانیات بھی۔ آپ نے اس طویل بیان میں جو کمیٹی کرا چکی ہیں شائع ہوا ہے یہ ادعا کیا ہے کہ یہ تجویز پیش کی ہے کہ مدارس فوقانیہ میں تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ خالص تعلیمی نقطہ نظر سے تجویز اس وقت قابل اعتنا ہوتی جبکہ مسٹر گاؤ یہ ادعا کرتے کہ یہ مثالیں بھی پیش کر دیتے کہ حیدرآباد میں تین جامعات قائم کئے جائیں جہاں ذریعہ تعلیم تلنگی، مرہٹی اور کنڑی ہو۔ لیکن مسٹر گاؤ نے ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کی۔ اگر ان کے ذہن میں ایسا کوئی خیال پوشیدہ ہے جس کو ظاہر کرتے ہوئے وہ جھجک رہے ہیں تو یہ ان کی کمزوری ہے۔ اور ایسے کمزور افراد کی تجاویز تعلیمی نقطہ نظر سے ناقابل اعتنا ہوں تو تعجب نہ ہونا چاہئے کہ مستحق نہیں قرار دیں۔ لیکن اگر مسٹر گاؤ یہ سمجھتے ہیں کہ جامعاتی درجوں میں کوئی خاص تبدیلی کے بغیر یعنی اردو کے بجائے مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے بغیر ان کی اسکیم رو بعمل لائی جا سکتی ہے تو وہ اصول تعلیم سے قطعاً ناواقف ہیں یا واقف ہونے کے باوجود محض شورش پسندانہ ذہنیت کی تشفی کے لئے ایک ہنگامہ بپا کر رہے ہیں۔ انتظامی نقطہ نظر سے بھی مسٹر گاؤ کی اسکیم قطعاً ناقابل قبول ہے۔ کسی حکومت کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ چار زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دے۔ اس تجویز کو مہمل ثابت کرنے کے لئے یہ بتا دینا کافی ہے کہ حیدرآباد کے اکثر اضلاع ایسے ہیں جہاں دو سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً گلبرگہ کو لیجئے مسٹر گاؤ کی تجویز کے تحت اس ایک ضلع میں تین قسم کے مدارس درکار ہوں گے جن میں علی الترتیب کنڑی، مرہٹی اور اردو ذریعہ تعلیم ہوگی۔ یہی حال بیدر، نظام آباد، محبوب نگر، عادل آباد وغیرہ کا ہے۔ پس اکثر اضلاع میں دو سے زیادہ زبانوں میں مدارس قائم کرنے کے بعد ملک کو دوسرے تین مختلف جامعات کا قیام ضروری ہوگا اور اگر مسٹر گاؤ جامعہ عثمانیہ کو برقرار رکھنے کی اجازت دیں تو چار جامعات کا قیام ناگزیر ہوگا۔ ایسی تعلیمی پالیسی کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صوبہ کا نظم و نسق تقریباً علیحدہ مختلف زبانوں میں چلانا پڑے گا۔ مثلاً ضلع گلبرگہ میں دفتری زبان کنڑی، مرہٹی اور اردو ہوگی اور ممکن ہے کہ اضلاع یا صوبوں کی تقسیم بھی اسی بنیاد پر کرنی پڑے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر ممکن ہے مسٹر گاؤ صوبہ واری خود مختاری کا نعرہ بلند کریں یا حیدرآباد کے صوبوں کو برطانوی ہند کے لسانی صوبوں میں ضم کرنے کا مطالبہ کریں۔ بہرکیف مسٹر گاؤ کو چاہئے کہ اپنی مکمل اسکیم پیش کر دیں تاکہ ان کی تجویز کو صحیح رنگ میں جانچا جا سکے۔ جس انداز میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے وہ نہ صرف مہمل بلکہ فساد انگیز ہے۔

ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ لسانی نقطہ نظر سے مسٹر گاؤ کی تجویز ناقابل قبول ہے۔ خصوصاً جہاں اس امر کا خطرہ بھی پیدا ہو کہ مسٹر گاؤ اور ان کے انتقاد کا کسی جدید شعبہ یا اس نوع کے دیگر حاصل سے پر جوش حامیوں میں نہیں ہیں۔

تعلیمی اور لسانی نقطہ نظر سے مسٹر گاؤ کی تجویز کے کھوکھلے پن کو ظاہر کرنے کے بعد صرف ایک ہی چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ ان کی یہ دھمکی ہے کہ اگر حکومت ان کی ناقابل عمل، غیر صحیح اور فساد انگیز تجویز کو قبول نہ کرے تو وہ خانگی مدارس کو سر رشتہ کی تحریک شروع کریں گے۔ اگر خانگی مدارس کے بانی اور سرپرست مسٹر گاؤ کی تحریک کو تقویت دینے پر مائل ہوں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ خانگی مدارس کے چلانے والے اشاعت علم سے زیادہ سیاسی تحریکات کے تحت کام کرتے ہیں۔ ہمیں یقین نہیں آتا کہ مسٹر گاؤ کی بیہودہ دھمکی کوئی رنگ لائے گی۔ لیکن اگر ان کا فرقہ وارانہ تعصب یا ملک کی مشترکہ اور ہندوستان کی قومی زبان سے ان کی دشمنی اس قدر شدید ہے کہ اردو کو بھی اپنی شرانگیزی میں لپیٹ سکے تو حکومت کا فرض ہے کہ ایسی ناخیر سگالی کی شرانگیزی کو روکنے کے لئے کوئی سخت رویہ اختیار کرے۔

ملک کے حقیقی خدمت گزار کون ہیں

معمولی زمینداری اور زمینداری کی تجویز کے ضمن میں حیدرآباد کی پبلک کو اس امر کے جانچنے کا اچھا موقع ملا کہ عوام کا حقیقی درد رکھنے والے لیڈر کون ہیں اور عوام کا نام لے کر اپنے اغراض کی تکمیل کرنے والے کون ہیں۔ اس موقع پر مسٹر نرسنگ راؤ کی نمایت قدی کا تذکرہ کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مسٹر نرسنگ راؤ پر بھی اور لیڈروں کی طرح سرمایہ دار طبقہ کی جانب سے یقیناً اثرات ڈالے گئے ہوں گے لیکن یہ امر نہایت امید افزا ہے کہ مسٹر نرسنگ راؤ پر سرمایہ داروں کا جادو نہ چل سکا۔ کاش یہی بات ہم اور لیڈروں کے متعلق بھی کہہ سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اس امتحان میں پورے نہ اتر سکے۔ ایک لحاظ سے یہ بہت اچھا ہوا کہ ان حضرات کا نقاب چاک ہو گیا اور وہ اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو گئے۔

بعض پبلک اداروں نے معمولی زمینداری کی تائید کرتے ہوئے اپنی تائید کو ایسے غیر متعلق امور کے ساتھ الجھا دیا کہ ان کی تائید تائید نہیں رہی۔ لیکن اب پبلک کی آنکھ کھل چکی ہے اور وہ یہ محسوس کر سکتی ہے کہ کس ادارہ کی قرارداد کو کتنی وقعت دی جائے۔ ہمیں یہ دیکھتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ مولوی بہادر خان صاحب کی صدارت میں مجلس اتحاد المسلمین نے بعض مسلم سرمایہ داروں کے اثرات کے باوجود اس مسئلہ سے متعلق صحیح رائے کا اظہار کیا۔ بہرحال یہ مولوی بہادر خان صاحب اور ان کی جماعت مستحق قدر ہیں کہ ایسے مسائل میں بھی سرگرم حصہ لیتی۔

سیاسی اداروں کے لئے سرمایہ داروں کی سرپرستی ایک پوشیدہ خطرہ ہے جو کسی ادارہ کے اصلی وجود کے حقیقی مقصد کو نقصان پہونچا سکتا ہے۔ سرمایہ دار

افراد نے اپنے تقریر نما مضمونوں میں سے کچھ رنگ سیاسی اداروں کو طور خطیبانہ و رنگ پر ترجیح رکھتے ہیں کہ آڑے وقتوں میں یہ ادارے ان کے کام آئیں گے۔ مہاسبھا، اسٹیٹ کانگریس اور کرناٹک کانفرنس کی قراردادوں میں سرمایہ دارانہ مرکزیت کے اثرات جھلک رہے ہیں لیکن آندھرا کانفرنس اس جال سے بچ کر نکل گئی۔ سب سے زیادہ حیرت ناک روش ان قائدین کی رہی جو اپنے آپ کو اسٹیٹ کانگریس کے رہنما اور صداقت و عدم تشدد کے علمبردار سمجھتے ہیں۔ عوام کی فلاح و بہبود کے یہ خود ساختہ قائد اس نازک وقت میں عوام کے کوئی کام نہ آسکے۔ بس یہ بجا نمائندے اپنے آپ کو اسٹیٹ کانگریس سے کبھی وابستہ نہیں کیا لیکن عوام کی اس پریشانی کے دور میں ان بے نمائندوں نے عوام کی جو مفید خدمت انجام دی ہے وہ ان تمام کانگریسی لیڈروں کی خدمات سے زیادہ قیمتی ہے جو کہ دو بھی پہنچے رہیں اور جیل جانے کی سند بھی حاصل کرچکے ہیں۔

محصول زائد منفعت اندوزی کی تجویز سے ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ اہل ملک کو پہلی بار اس امر کا علم ہوسکا کہ سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں نے کیا لوٹ مچا رکھی تھی۔ راجہ صاحب پنالال لاہوٹی کے منافعوں اور مدت مخصوصہ کی رقم کا ہمیں کوئی اندازہ نہ تھا۔ اسی تجویز کے ضمن میں ہمیں علم ہوا کہ ملک کی صنعتی ترقی کے حیلہ سے غریبوں کی جیبوں پر کس طرح خاموشی سے چھاپے مارے گئے۔ گزشتہ ہفتہ زمرہ کل شیڈولڈ کا مرہٹواڑہ اسوسی ایشن کے زیر اہتمام جو جلسہ منعقد ہوا تھا وہ اس امر کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے کہ جذبہ رائے عامہ کا رجحان کیا ہوگا۔ اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی جارہی ہے کہ ملک کے حقیقی مسائل معاشی نوعیت کے ہیں۔ اگر چند لیڈروں کا پیدا کردہ مذہبی تعصب فی الوقت ملک کی ترقی کی راہ میں حائل ہے تو معاشی حقائق کا امڈتا ہوا طوفان اس غیر ضروری اور غیر مفید مذہبی تعصب کو ایک دن مٹا کر رہے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اجلاس کی گرانی زحمت کے روپ میں آخر ایک رحمت ثابت ہورہی ہے۔ اس کی بدولت ملک میں وہ فضا پیدا ہورہی ہے جس کے لئے جماعت اتحاد و ترقی ایک عرصہ سے منتظر رہی ہے۔ اتحاد و ترقی کا مسلمہ مولوی میر اکبر علی خان صاحب بیرسٹر اور ان کے رفقا کار نے جو سرگرمی سیاست سے دور رہ کر آئندہ ... کی ... قوتوں کے ... ملک کی معاشی و تمدنی ترقی کے لئے متفقہ جد و جہد کا میدان تیار کرسکیں۔

غریبوں کا آخری سہارا

مجلس جاگیرداروں کے جلسہ اتفاقیہ نے ۱۱ شہریور کو دو قرار دادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرار داد میں اس امر پر اظہار رنج و افسوس کیا گیا ہے کہ جاگیرداروں کو فی الوقت مجلس وضع قوانین میں نمائندگی حاصل نہیں ہے جس کی تمام تر ذمہ داری اسٹاف سررشتہ جات حکومت سرکار عالی پر ہے۔ دوسری قرار داد میں محصول زائد منفعت اندوزی کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور قانون کے نفاذ کی پرزور تائید کی گئی ہے۔

ہم مجلس کو محصول زائد منفعت اندوزی کی تائید کرنے پر دلی مبارکباد دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جاگیرداروں سے اہل ملک کو یہی توقع تھی۔ ساتھ ہی ساتھ مجلس وضع قوانین میں جاگیردار نمائندوں کی عدم موجودگی پر ہم اس رنج و افسوس میں شریک ہیں جس کا اظہار قرارداد میں کیا گیا ہے۔ ہماری اطلاع یہ ہے کہ سررشتہ مال اس غلطی کا ذمہ دار ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ عالی جناب نواب صاحب اعظم جاہ بہادر اس امر کی تحقیقات کا حکم صادر فرمائیں گے کہ طبقہ جاگیرداران کو حق نمائندگی سے محروم رکھنے کی ذمہ داری کس عہدہ دار پر عائد ہوتی ہے۔

اگر پہلی قرارداد میں اظہار رنج و افسوس پر اکتفا کیا جاتا تو بات بالکل معقول ہوتی لیکن اس قرارداد میں اس امر کی بھی خواہش کی گئی ہے کہ جاگیردار نمائندوں کی عدم موجودگی میں جو کچھ کام مجلس وضع قوانین نے انجام دیا ہو اس کو کالعدم قرار دیا جائے۔ یہ خواہش غیر آئینی ہے۔ جس دستور اور فرمان مبارک کے تحت موجودہ مجلس وضع قوانین قائم اور برسرکار ہے اس میں کہیں مرقوم نہیں ہے کہ اگر جاگیرداروں کے نمائندے موجود نہ ہوں تو مجلس کی کارروائی ناقص سمجھی جائے گی یا کالعدم قرار دی جائے گی۔ بہتر ہوتا کہ اس قرارداد کو منظور کرنے سے قبل مجلس وضع قوانین کے ضابطہ پر ایک نظر ڈال لی جاتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجلس وضع قوانین نے اپنے گزشتہ اجلاس میں جو کام انجام دیا اس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو جاگیرداروں کو بحیثیت طبقہ کے متاثر کرتی۔ حالیہ اجلاس کی اہم ترین کارروائی قانون محصول زائد منفعت اندوزی سے متعلق تھی جس سے طبقہ جاگیرداروں کو پورا اتفاق ہے۔ ایسی صورت میں مجلس کی یہ خواہش کہ جاگیردار نمائندوں کی عدم موجودگی یا سررشتہ مال کی ایک انتظامی غلطی کو اتنی اہمیت دی جائے کہ اس کی پاداش میں ملک کے (۱۶) کروڑ انسانوں کی امید کا خون کیا جائے ایک بیجا اور غیر مستحسن خواہش ہے۔

مجلس وضع قوانین کے اجلاس میں راجہ پنالال پتی نے اس مسئلہ کو اٹھایا تھا جس کا مدلل جواب نواب خسرو یار جنگ بہادر نے دے دیا اور صدر کے فیصلہ کو جو راجہ پنالال پتی کے خلاف صادر ہوا راجہ صاحب موصوف نے قبول کرکے مجلس کی کارروائیوں میں گرم جوشی اور استقامت کے ساتھ آخری وقت تک حصہ لیا۔ ہم اس موقع پر راجہ صاحب کی سنجیدگی اور معقولیت پسندی کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ راجہ صاحب موصوف نے اپنے طبقہ کی نمائندگی کا پورا حق ادا کردیا۔ ایسی صورت میں مجلس وضع قوانین کی کارروائی کو کالعدم قرار دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ نہ تو ضابطہ اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ حالات ملک۔ ہم واقف ہیں کہ حضرت بندگان اقدس کو طبقہ جاگیرداران کا بہت پاس و لحاظ ہے لیکن حضور پرنور کو اپنی غریب رعایا کی فوری ضروریات اور ان کی پریشانیوں کے ازالہ کی سب سے زیادہ فکر رہتی ہے۔ ان حالات میں اگر حکومت جاگیرداروں کی خواہش کے مطابق مجلس وضع قوانین کی کارروائی کو کالعدم قرار دینے کا اقدام کرے تو مملکت آصفیہ کے (۱۶) کروڑ پریشان حال غریب اور نادار طبقے اپنی تمناؤں کے واحد مرکز کی آستانہ بوسی پر اپنے آپ کو مجبور پائیں گے اور تاریخ آصفی شاہد ہے کہ سلاطین آصفی کا فیصلہ ہمیشہ سے غریبوں کے حق میں ہوتا آیا ہے۔

سیاست ہند

۹ ؍ اگست کی قرارداد واپس لینے کی تحریک

مسٹر گوپی ناتھ سری واستوا کی اس تجویز پر بحث کرتے ہوئے کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ان ارکان کو جو جیل کے باہر ہیں ایک بار مجتمع ہونا چاہئے گزشتہ ہفتہ بتایا گیا تھا کہ اس تجویز کی اشاعت کے بعد اس کا رد عمل بہت آہستہ ہوا۔ مگر اب صورت حال ذرا بہتر ہوگئی ہے اور ایک سے زیادہ حضرات نے اس کے موافق یا مخالف اظہار خیال کیا ہے۔

اب یہ آواز ایک شخص کی تنہا آواز نہیں رہی۔ بمبئی، بنگال اور مدراس سے اس کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ لیکن ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ آیا یہ تجویز روبہ عمل لائی بھی جائے گی۔ اس وقت جو کچھ کہا جاسکتا ہے یہ ہے کہ اس کی تائید کرنے والوں کی کمی نہیں۔ مسٹر کے ایم منشی سے قطع نظر ہندوستانی سیاسیات کے کسی سربرآوردہ نمائندے نے اس پر ابھی توجہ نہیں کی۔

راجہ جی کی خاموشی

یہ بات بہت سے لوگوں کے لئے تعجب خیز ہوگی اور وہ یہ جاننا چاہتے ہوں گے کہ اس تجویز کی نسبت مسٹر راجگوپال چاری کی کیا رائے ہے؟ ان کی خاموشی ایک معمہ ہے۔ وہ ایک عرصہ سے پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ مسٹر گاندھی کے مکتوب کو روکنے کی نسبت حکومت کے فیصلہ پر مسٹر راجگوپال چاری نے جو تبصرہ کیا تھا اس کے بعد سے راجہ جی بالکل خاموش ہیں۔

اس کی بہت سی توجیہات کی گئی ہیں۔ کیا وہ مسٹر جناح سے مایوس ہوگئے ہیں؟ شاید ایسا ہی ہو لیکن وہ ایسے شخص نہیں جو اس طرح مایوسیوں سے پست ہمت ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ وقت کا انتظار کر رہے ہوں اور اس وقت آگے آنا چاہتے ہوں جبکہ حالات کسی تعمیری اقدام کے لئے سازگار ہوں۔ چند روز سے ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اپنی خاموشی توڑ دیں۔

یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ فرقہ واری مسئلہ سے متعلق مسٹر راجگوپال چاری یہ محسوس کرتے ہوں کہ اس وقت کوئی چیز ممکن نہیں لیکن وہ اس سے بڑھ کر ہماری سوال کی نسبت ایسا مایوس کن نقطہ نظر اختیار نہیں کر سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس منحوس چکر کو توڑنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں۔ بہرحال اگر انھوں نے مسٹر سری واستوا کی تجویز سے بے تعلق رہے ہیں تو اس کی کوئی وجہ ہوگی بجز اس کے کہ ان کی خاموشی خرابی صحت کی وجہ سے ہو۔

جو بات مسٹر راجگوپال چاری کے متعلق صحیح ہو سکتی ہے وہ دوسرے لیڈروں پر بھی صادق آتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ کسی سربرآوردہ لیڈر نے مسٹر سری واستوا کی تجویز پر توجہ نہیں کی؟ حالانکہ یہ سمجھا گیا ہوگا کہ گزشتہ ہفتہ کے دوران میں یہ تجویز سب سے زیادہ مرکز توجہ بنی رہی۔ اس عدم توجہ کے متعلق ممکنہ اسباب کا تجزیہ موجودہ سیاسی رجحانات پر روشنی ڈال سکے گا۔

خوف و تردد

اکثر ارباب کانگریس یہ اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مسٹر سری واستوا نے جو طریقہ عمل پیش کیا ہے اس سے کانگریسی اپنی سول نافرمانی کی تجویز کو چھوڑ دیں گے اور بہت ممکن ہے کہ مسٹر گاندھی اور صف اول کے کانگریسی لیڈر بھی اس کو پسند نہ کریں۔ تاہم یہ اندیشہ اس تجویز کے محرکین کو آگے قدم بڑھانے سے نہ روک سکے گا بشرطیکہ حکومت ان کو یقین دلائے کہ وہ اس تحریک کا خیر مقدم کرے گی اور ان کی کوششوں سے کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو سکے گا۔

اگر ان کی کوششوں سے وہ چیز حاصل ہو سکے جو سابقہ کوششوں سے حاصل نہ ہو سکی تو وہ خطرات کا مقابلہ کرنے سے نہیں جھجکیں گے۔ یہ واقعہ کہ انھوں نے بیباک طور پر اپنی تجویز پیش کی ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نتائج اور عواقب سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اس اسکیم کی ترقی اور ارباب کانگریس میں اس کا مقبول ہونا اس امر پر منحصر ہے کہ حکومت اس کا کس حد تک خیر مقدم کرتی ہے۔

یہ اندیشہ کہ کانگریسی لیڈر جیل سے باہر آنے کے بعد اس تجویز کو مسترد کر دیں گے ایک دوسرا اندیشہ پیدا کرتا ہے یعنی یہ کوشش بے نتیجہ ثابت ہوگی۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہ کانگریسی اصحاب جو مسٹر سری واستوا کی تجویز کے قائل ہیں یہ دریافت کرتے ہیں کہ بہت اچھا اگر مجتمع ہو کر ۹ اگست کی قرارداد کو معطل کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ حل طلب عقدہ یہی ہے۔

گاندھی جی کے خطوط سے جو انھوں نے وائسرائے کو لکھے تھے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کانگریس کی پالیسی کو ان واقعات کی روشنی میں از سر نو غور کرنے کے لئے تیار ہیں جو گزشتہ بارہ ماہ میں رونما ہوئے ہیں۔ وہ یا تو جیل سے باہر آکر اس امر پر غور کرنا چاہتے ہیں یا جیل میں رہ کر کانگریس کی مجلس عاملہ کے ارکان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت ان دونوں امور پر راضی نہیں تھی۔ جہاں تک مسٹر گاندھی کا تعلق ہے وہ کانگریس کی قرارداد کو معطل نہیں کریں گے تاوقتیکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک استدعا منظور نہ ہو جائے۔ حکومت بھی صلح کا کانگریس کی طرف نظر نہیں ڈالے گی تاوقتیکہ یہ قرارداد واپس نہ لے لی جائے۔ اب یہ منحوس چکر کس طرح توڑا جائے؟

دو راستے۔ حالیہ مباحث میں دو راستے بتلائے گئے ہیں۔ ایک راستہ ان کانگریسیوں کے لئے ہے جو جیل سے باہر ہیں۔ انہیں چاہئے کہ بین الاقوامی صورت حال کو پیش نظر رکھ کر عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ مگر اس طریقہ عمل میں کانگریسی لیڈروں کی رہائی کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے کانگریسیوں کی زیادہ تعداد اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ مسٹر سری واستوا کی تجویز کے مطابق عمل کیا جائے تاکہ حکومت کو ان کانگریسیوں کی نسبت اپنی روش بدلنے میں سہولت ہو جو اس وقت جیل میں ہیں۔ اگر مسٹر سری واستوا کی تجویز پر عمل کرنے سے خود بخود حکومت کی پالیسی میں تبدیلی ہو سکتی ہے تو پھر کام آسان ہے۔ موجودہ حالات اور قرائن اس خصوص میں زیادہ امید افزا نہیں۔

اب صرف ایک چیز جو ممکن ہے یہ ہے کہ خود مسٹر گاندھی ان کانگریسیوں کے تاثرات کو محسوس کر کے جو جیل سے باہر ہیں اپنی روش بدل دیں۔

دہلی میں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہیں کہ مسٹر گاندھی نے وائسرائے سے مراسلت شروع کی ہے۔ ان افواہوں کی ابھی توثیق نہیں ہوئی۔ چونکہ ۹ اگست کی تاریخ قریب آرہی ہے اس لئے ان افواہوں کو اہمیت دی جارہی ہے۔ یاد ہوگا کہ مسٹر گاندھی نے اپنی گرفتاری کے چھٹے مہینے کے ختم پر فاقہ شروع کیا تھا۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی کا دوسرا اقدام اگر وہ کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں ایک سال کے اختتام کی تاریخ سے متعلق رکھے گا۔

حکومت بھی کسی قدر نرمی کا ثبوت دے رہی ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ اس نے اپنی اس پالیسی کو بدل دیا ہے کہ جب تک راست عمل کی دھمکی کو کانگریس واپس نہ لے وہ گفت و شنید کے لئے تیار نہیں۔ لیکن حالیہ ہفتوں میں کانگریسیوں کی ایک بڑی تعداد جو جیل سے رہا کی گئی ہے لوگ اس کو بہت اہمیت دے رہے ہیں۔

یہ سب کچھ ایک قیاس آرائی ہے۔ ٹھوس واقعہ یہ ہے کہ حکومت اور کانگریسی لیڈروں کے درمیان جو تلخی حائل ہوگئی تھی وہ باقی نہیں رہی۔ فرض کیجئے کہ دونوں فریق مفاہمت کے لئے تیار ہیں۔ اس کے لئے طریقہ عمل وضع کرنا ہوگا۔ مسٹر منشی اور مسٹر سری واستوا کی تجاویز گویا اسی سمت میں ایک اقدام ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان تجاویز کا بہت اچھا خیر مقدم کیا گیا۔ تاہم یہ واقعہ کہ ان تجاویز پر بحث کی جا رہی ہے اور بے تعلقی کی روش خود بخود تبدیل ہوگئی ہے اس امر کا ثبوت ہے کہ ہندوستان کی سیاسی دنیا میں آہستہ آہستہ جان پڑ رہی ہے۔

(بکرٹسی ٹائمز آف انڈیا)

ہندی ساہتیہ سمیلن ہردوار

حیدرآباد کے متعلق غلط بیانی

ہندو دستے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے گو اس سمیلن کی روداد مفید اور سبق آموز ہے۔ اس لئے ہم یہاں اس کا خلاصہ اپنے تبصرے کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۔۔ اور ۱۵ مئی کو ہردوار میں ہندی کے شیدائی اور پرچارکوں کا ایک بڑا اجتماع ہندی ساہتیہ سمیلن کے جلسے میں ہوا۔ اس اجتماع کی صدارت شری کنہیا لال جی چترویدی نے فرمائی جو ہندی کے شاعر اور ادیب ہیں۔

چترویدی صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں ہندی ادب کے روشن پہلو بیان کئے اور بتایا کہ ہندی کیسی ترقی کر رہی ہے اور اس کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "ہندی کو ترقی دینے میں بہت ہاتھ پرانے زمانے کے سنتوں کا رہا ہے۔ اتنا آج کل کے مضمون نگاروں کا نہیں ہے۔"

ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ سنتوں اور فقیروں نے ہندستان کی مشترکہ زبان ہندستانی کی خدمت کی ہے مگر اس کا موجودہ ہندی یعنی ہندستانی سے کوئی تعلق نہیں کہ جس کو سمجھنے کے لئے پرسوں پاٹ شالوں کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔ وہ سیدھی سادی بولی میں جس کو غریب اور عوام بھی آسانی سے سمجھ لیں بات چیت کرتے تھے۔ اگر ہمارے سر پرستان ہوا نہیں ہے تو آج بھی وقت ہے کہ ہم ابھی سنتوں کی پیروی کریں اور اپنی زبان کو ایسی بنائیں جو ہندو مسلمانوں کی مشترکہ میراث ہو نہ کہ پراچین کال کی مردہ زبان سنسکرت کی سگی بہن جس کو سمجھنے والے آج کل اس دنیا میں بہت کم لوگ ہیں۔

آپ نے کہا کہ "جو مضمون نگار اس وقت جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کے خاندان کی امداد کرنی چاہئے اور نئے مضمون نگاروں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ ہندی کا زیادہ سے زیادہ پرچار کرنے کے لئے لائبریریاں کھولنی چاہئیں۔ اخباروں کی خریداری کرنا چاہئے۔ اور سستے اخبار جاری کرنا چاہئے۔"

ایک زبان کی اشاعت کے لئے چترویدی جی نے یہ بہت اچھی باتیں سمجھائی ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہندستانی یا اردو کی کافی اشاعت کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہندستانی کے شیدائیوں کو شعر بازی کے چسکے سے کچھ فرصت ہو اور وہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں۔

آپ نے شکایت کی کہ ریاست بھوپال اور حیدرآباد میں اردو کی حمایت ہو رہی ہے اور ہندی کی مخالفت اور وہاں ہندی سمیلن کرنے کی اجازت تک نہیں دی جاتی۔"

ہمیں افسوس ہے کہ چترویدی جی نے زبان سے لگا دی اور یہ سوچا تک نہیں کہ اس غلط بیانی کا ہندو مسلم تعلقات پر کیا اثر پڑے گا۔

اس لحاظ سے کہ اردو ہندو و مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں سے ظہور میں آئی تھی ان ریاستوں نے فارسی کی جگہ جو ان ریاستوں کی دفتری زبان کی حیثیت رکھتی تھی اردو کو دے دی۔ ان کے اس کرتب کو اگر چترویدی جی اردو کی حمایت اور ہندی کی مخالفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ مخالفت تو اس صورت میں ہوتی کہ وہاں ہندی کے رواج کو قوت سے دبا کر اردو کو فروغ دینے کی کوشش کی جاتی جیسا کہ آج کل ریاست جے پور میں ہو رہا ہے کہ وہاں ایک مسلمان دیوان کی آڑ لے کر اردو کی دفتری حیثیت کا گلا زبردستی گھونٹا جا رہا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہاں ہندی ساہتیہ سمیلن کے انعقاد کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اس سوال کو اٹھانے سے پہلے چترویدی جی اس اندوہناک صورت حال کو جو ہندی اور اردو کے جھگڑے سے برطانوی ہند میں پیدا ہوگئی ہے اپنے سامنے رکھتے تو شاید اپنے تیروں کی بے تکی بارش سے خواہ مخواہ لوگوں کے دلوں کو چھلنی نہ بناتے۔

چترویدی جی! آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ جن ریاستوں میں یہ فتنہ نہیں ہے وہاں بھی یہ پہنچ جائے۔ اس بلا سے اگر دیسی ریاستیں کچھ دور ہی رہنا چاہتی ہیں تو کیا برائی ہے؟ باہر کے لوگوں کو ان ریاستوں میں جا کر سمیلن کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تو صرف اسی لئے ورنہ وہاں جو ہندی کے تھوڑے بہت شیدائی ہیں وہ آزادی کے ساتھ نہایت صحیح اپنا کام بلا روک ٹوک کر رہے ہیں اور کالجوں میں پڑھائی کا انتظام موجود ہے۔ ایک کم بھی اور کم بولی جانے والی زبان کے ساتھ جو رعایتی سلوک کئے جا سکتے تھے۔ وہ سب کئے جا رہے ہیں۔ اگر پھر بھی چترویدی صاحب ان مسلم ریاستوں کو قصور وار سمجھیں تو یہ ان کی زیادتی ہے جس کا اچھا پھل نہ کبھی ملا ہے اور نہ آئندہ ملے گا۔ (الفاروق۔ کاشی)

موجودہ تعطل کو دور کرنے کے لئے

مسٹر سری پرکاش کی تجویز

بنارس ۱۰ جولائی۔ مسٹر سری پرکاش ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) نے مقامی روزنامہ "سنسار" میں ایک طویل مضمون کے دوران میں سیاسی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے خیالات کی وضاحت اور فیصلوں پر پہنچنے کی ضرورت پر زور دیا۔ موصوف نے کہا کہ اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ کانگریس قائدین کو جیل سے باہر لایا جائے تاکہ پوری صورت حال پر از سر نو غور کیا جا سکے۔

مسٹر سری پرکاش کہتے ہیں کہ جب تک قومی قائدین جیل میں ہیں ملک میں داخلی سکون کا فقدان رہے گا۔ اگرچہ خارجی حالات کہتے ہی بہتر کیوں نہ دکھائی دیں۔ موصوف نے کہا کہ انھوں نے صورت حال سے یہ واحد نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرکز اور صوبوں میں مسلم لیگ کی تائید اور اس کے زیر اقتدار حکومتیں قائم کی جائیں۔ یہ قرین قیاس ہے کہ اس کی وجہ سے نتیجہ ہندو کی بے چارگی ہی پیدا ہو جائے گی اور مسلمانوں کی دلی مراد بر آئے گی کہ وہ اختیارات کے ساتھ بحیثیت قوم حکومت میں خود اپنے تجربات کریں۔ تازہ ترین حالات سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی حکومت ایسی حکومتوں کی مخالفت نہ کرے گی اور یہ بالکل مطابق عقل ہے کہ ایسی حکومتیں کم از کم اہم قائدین کانگریس کو جو اب جیل میں ہیں رہا کر دیں تاکہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ وہ آپس میں صورت حال پر بحث و تمحیص کر سکیں۔

مسٹر سری پرکاش کا یہ خیال ہے کہ موجودہ صورت حال کے مختلف عناصر کے مد نظر موجودہ صورت حال کے مقابلہ میں کم بدقسمت صورت حال پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ پورے ملک میں مسلم لیگی وزارتیں قائم کر دی جائیں۔ ان کو اس امر کا یقین دلایا جانا چاہئے کہ کانگریسی حضرات ایسی وزارتوں کی تشکیل یا اس کے کام میں رکاوٹیں پیدا نہ کریں گے۔ دستوری اعتبار سے بھی یہ کارروائی بالکل مناسب اور درست ہے کیونکہ عددی اعتبار سے کانگریس کے بعد سب سے بڑی جماعت مسلم لیگ ہے اگر یہ ادارہ بالکلیہ فرقہ وارانہ بھی ہے تو جب سب سے بڑی جماعت دستیاب نہیں ہو سکتی تو دوسری سب سے بڑی جماعت اس کی جانشین ہونی چاہئے۔ بہر حال کانگریسیوں کو اس کی اجازت ہوگی کہ وہ مجالس مقننہ میں اپنی نشستوں کو قائم رکھیں لیکن وہ کام نہ کریں۔

آخر میں موصوف نے یہ امید ظاہر کی کہ ان کی تجویز تمام متعلقہ لوگوں کو پسند آئے گی۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

تنخواہ کم اعلانات زیادہ۔ ایک عامر کی سرخی
چند زندہ دل احباب کی محفل میں
اسی قسم کی سرخی بازی شروع ہوئی۔ شرکائے محفل کی
جیالی اور ذہانت ملاحظہ فرمائیے:۔

کام کم تنخواہ زیادہ
تنخواہ کم آمدنی زیادہ
نصوص کم تیارت زیادہ
صحافت کم تجارت زیادہ
سرمایہ کم منافع زیادہ
تدبر کم شورش زیادہ
روپیہ کم خرچ زیادہ
اثر کم نشان زیادہ
آسائش کم آرائش زیادہ
ملامت کم پر ذر زیادہ
فرحت کم زحمت زیادہ

ان سرخیوں کا تعین ہو سکنے کے بعد محفل احباب نے یہ قرار داد منظور کی کہ جو اصحاب ان عنوانات کے تحت مناسب حال مضامین لکھ بھیجیں انہیں موزوں انعام دینے سے متعلق آئندہ محفل میں غور کیا جائے گا۔

ریاست ٹراونکور میں محکمہ تحریک ذرائع رسل و رسائل کے تقریباً ایک سو ملازمین کو حکومت منافی کے شبہ پر معطل کر کے تحقیقات شروع کی گئی۔ (ایک خبر)

کاش ....!!

جیالسمی میں ذخائر آب رسانی کو منضبط اور برآمد کرنے کی مہم شروع ہو چکی ہے۔ (ایک خبر)

جن حضرات سے جغرافی معلومات پر پڑ گئے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وضاحت ضروری ہے کہ جیالسمی ممالک محروسہ سرکار عالی میں واقع نہیں ہے۔ حیدر آباد کے تاجر اور ساہو کار مطمئن رہیں۔

معاصر ... نے اپنے ... کے اداریہ میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"آریہ سماج کی اس حیثیت کا مقابلہ موجودہ حالت سے کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ گزشتہ نصف صدی میں جو ترقی ہوئی ہے وہ بہت معقول ہے۔ پچاس سال قبل اس ریاست میں صرف ایک ہی ادارہ تھا مگر اب آریہ سماجیوں کی تعداد ملک سرکار عالی میں ایک سو سے زائد ہے۔"

مگر چار سال قبل جب آریہ سماجیوں نے حیدر آباد میں ستیا گرہ کا ڈھونگ رچایا تھا تو اس وقت سارے ہندوستان کے ہندوؤں کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندوؤں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے اسی لئے آریہ سماجی ان کی خاطر ستیا گرہ کر رہے ہیں۔ آخر بلی تھیلے سے باہر نکل پڑی۔

اسی اداریہ میں معاصر موصوف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ:۔

"ہم آریہ سماج کی خدمت کی ستائش کرتے ہوئے ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ رعایا ملک کے مختلف طبقات و فرقہ جات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی خاص کوشش کر کے ملک و مالک کی بہترین خدمات انجام دیں گی اور دکنی قومیت کے استحکام کا باعث ہوں گی"

مختلف طبقات و فرقہ جات میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور دکنی قومیت کو مستحکم کرنے کی اس تلقین میں جو لطیف اشارہ ہے اس کا لطف کچھ وہی حضرات اٹھا سکتے ہیں جنھوں نے حکومت سرکار عالی کا پمفلٹ موسومہ "حیدر آباد میں آریہ سماج" پڑھا ہو جو ستیا گرہ کے زمانے میں جاری کیا گیا تھا اور جس میں حیدر آباد کی آریہ سماجیوں کی "خدمات" کی اصلیت کا انکشاف کیا گیا تھا۔

کامریڈ اسوسی ایشن کے ایک حالیہ جلسہ عام پر تبصرہ کرتے ہوئے جس میں محصول زائد نفع اندوزی کی حمایت کی گئی تھی ترجمان حق نے اس قانون کی مخالفت یک سے اندازہ کی ہے۔ لوگ سوچ رہے ہیں کہ معاصر موصوف مخالفت کی فطری بنیاد کو چھوڑ کر جس بنیاد پر پانچ عدد اصول سمجھے گئے تھے اب دوسری بنیاد کیوں تلاش کر رہا ہے۔

معاصر موصوف کی بنی تو بنیادی کمزوری سے کہ اسے مخالفت کے لئے کوئی مستحکم بنیاد نہیں مل رہی ہے۔

مسٹر بہادر ... مجلس قائد اعظم ... کانفرنس کی محصول زائد نفع اندوزی سے متعلق ... کانفرنس کی بابت

پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

"زائد نفع اندوزی کے ٹیکس کی تجویز پر قوم کی اکثریت اس کی دلی تائید اور سرمایہ دار طبقہ نے اس کی زبردست مخالفت کی ہے۔ مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میری جس ادارے سے تعلق ہے یعنی مہاراشٹرا کانفرنس وہ اس اہم مسئلہ پر عوام کی صحیح رہبری کرنے سے قاصر رہا۔ .... تعجب تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ ایسی غیر جمہوری اور غیر ذمہ دارانہ حکومت کی طرف سے کوئی ترقی پسند اقدام ہو تب تو یہ سب نام نہاد جمہوریت پسند لیڈر ایسے اقدام کی مخالفت اپنے ساتھ کے مفاد کے تحت کے سے جمہوریت کی آڑ لے کر کرتے ہیں اور جمہوریت ہی کے نام پر جمہوریت کی ترقی کو روکتے ہیں"

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

کرنسی کی غذا میں تبدیلی۔ جرمن پیمانہ کی ایجاد
(اخباری سرخیاں)

ناظم صاحب غذا یہ سنکے لئے فکر

کسی قوم کی زندگی میں ایسا وقت بھی آتا ہے جبکہ زیادہ دنانہ خاموشی قوم کے مفاد کے لئے مضر ہوتی ہے۔ یہ خیال مستحکم ہوتا جا رہا ہے کہ وہ قومی لیڈر جنھوں نے محصول زائد نفع اندوزی کی تائید میں ایک لفظ نہیں کہا سرمایہ داروں سے سازش کر کے ایک ایسے قانون کو ناکام کرنا چاہتے ہیں جو غریبوں کی امداد کے لئے مدون کیا جا رہا ہے۔

(دکن کرانیکل)

اور لطف تو یہ ہے کہ غریبوں ہی کے نام سے کر یہ مخالفت کی جا رہی ہے۔ غریبوں کے یہی نمائندے سرمایہ داروں سے سازش کر کے قومی حکومت کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔

سچ ہے دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا

غذائی صورتحال نشری بحث

بہ صدارت مس پدمجا نائیڈو

مس پدمجا نائیڈو۔ اس انتہائی نازک زمانہ میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں ساتھی ملکوں نے یہ ضروری سمجھا کہ ساری دنیا کی ایک غذائی کانفرنس بلائی جائے۔ اس کانفرنس میں ماہروں نے غذا کے مسئلہ کی پوری چھان بین جس کے جواب جاننے کے لئے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ غذا کے بارے میں ساری دنیا کو خیال رکھ کر سوچیں غذا کی ساستقل سماجی اور معاشی پالیسی پر کافی سوچ بچار کے بعد مرگی کانفرنس جس نتیجہ پر پہنچی وہ یہ ہے کہ دنیا کے امن اور خوش حالی کے لئے ضروری ہے کہ جنگ کے بعد بین الاقوامی ثالثی کے ذریعہ سے تمام ملکوں کے لوگوں کے لئے مناسب غذا مہیا کی جائے۔

غذا کی کمی کی مشکلیں بدقسمتی سے ہندوستان میں کٹھن ہوتی جا رہی ہیں اور یہ مشکلیں ایسے حالات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں جن کی مثال دنیا کے کسی ملک میں نہیں ملتی پچھلے چند مہینوں سے غذا کا مسئلہ ہمارے حیدرآباد میں بھی دن بدن زیادہ بھیانک ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ آئندہ غذا کے بارے میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑے گی۔

اس لئے ہر شہری کا فرض ہے کہ غذا کی مشکلوں کو دور کرنے کی ہر طرح کوشش کرے۔ ان مشکلوں سے مقابلہ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم موجودہ مشکلوں کی جانچ پڑتال کریں اور پچھلے حالات کی چھان بین کر کے معلوم کریں کہ یہ بپتا ہم پر کیوں پڑی۔ جب تک غذا کے مسئلہ کی پوری طرح چھان بین نہ کی جائے یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ حکومت بیوپاری اور خریدار کا فرض کیا ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری کس حد تک ہے؟ غریب کسان کی حالت پر سوچنا تو سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ایک طرف بیوپاری اس کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں اور دوسری طرف کم پونجی والے شہری خریداروں کے خلاف اور اپنے آپ کو بچانے کی چالاک کوششوں کی وجہ سے کسان کے پھنسے میں رہنے کا ڈر ہے۔

آج کی اس مختصر بحث میں ہم غذا کے بارے میں صرف چند اہم باتوں جیسے پیداوار سپلائی تقسیم درآمد اور برآمد کے مسئلوں کی جانچ پڑتال کریں گے۔ پہلے اس سوال پر غور کرنا مناسب ہوگا کہ کیا حیدرآباد میں اتنا غلہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں باہر سے منگوانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ حیدرآباد میں کھانے کی چیزوں کے معاملے میں بچنے کی چیزیں جس مقدار میں بوئی جاتی ہیں اس کے لحاظ سے ملک میں زیادہ غلہ اگانے پر زور دینا بہتر ہوگا یا نہیں۔ اگر زیادہ غلہ اگانا آپ لوگوں کی رائے میں ضروری ہے تو کیا اس کے لئے کسانوں کو زیادہ پانی بہتر جانور اور بیج دینا ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ کیا یہ لازمی نہ ہوگا کہ کسانوں کو یہ گیارنٹی دی جائے کہ صرف جنگ کے زمانہ میں بلکہ اس کے بعد بھی ایک خاص مدت تک انہیں اپنی پیداوار کے واجبی دام ملیں گے سپلائی اور پیداوار کی بحث میں مال لانے لے جانے کے ذریعوں اور قیمتوں پر نگرانی کا ذکر آنا ضروری ہے۔ اور پھر غلہ جمع کرنے اور زیادہ نفع کمانے کی خواہشوں کو روکنے کے لئے غلہ خریدنے اسے محفوظ کرنے اور رسد بندی کے طریقوں کی جانچ پڑتال بھی کرنی ہوگی۔ آخر میں ایکسپورٹ اور امپورٹ کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ جس پر پچھلے ہفتہ نئی دلی میں سارے ہندوستان کے لوگوں کی ایک کانفرنس نے غور کیا۔ اگر ہندوستان کی حکومت کی یہ تجویز مان لی جائے کہ کھانے کی چیزوں کی قیمتوں پر سے نگرانی اٹھالی جائے اور ملک کو ایسے حصوں میں تقسیم کر دیا جائے جنہیں غلط طور پر "آزاد تجارت کے مقام" کہا جا رہا ہے تو آپ کی رائے میں حیدرآباد پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اگر آپ لوگ ان مسئلوں پر کچھ روشنی ڈالیں تو میں سمجھتی ہوں کہ سننے والوں کو یہ معلوم کرنے میں آسانی ہو گی کہ غذا کی مشکلیں کس وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

آپ کا کیا خیال ہے قاضی عبدالغفار صاحب؟

قاضی صاحب۔ میرے خیال میں جو بنیادی غلطی شروع سے بنگال اور ہندوستان میں اس مسئلے کے متعلق ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ قیمتوں کے مقرر کرنے سے پہلے رسد پر نگرانی قائم نہیں ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب قیمتوں میں اضافہ ہونے لگا تو بازار سے مال غائب ہونے لگا جیسا کہ بعض حلقوں میں اصرار کیا گیا تھا رسدات پر پہلے نگرانی قائم کرنے کے بعد قیمتوں پر نگرانی مقرر کی جاتی تو شاید اتنی مشکلات پیدا نہ ہوتیں جتنی کہ اس وقت پیدا ہوئی ہیں۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ اگر اس وقت رسدات پر نگرانی قائم کی جائے تو اس کا کاشتکاروں پر کیا اثر ہوگا؟ ہمارے کاشتکاروں کو موجودہ حالات سے کچھ فائدہ تو ضرور پہنچا ہے مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اپنے تمام قدیم قرضوں سے سبکدوش ہو گئے۔ اس لئے کہ ان میں سے بہت سے جس طرح ہمیشہ ساہوکاروں سے قرضے لیتے چلے آئے ہیں اس وقت بھی مقامی ساہوکاروں کے قرضدار ہیں۔ لہٰذا ان کاشتکاروں کو پہلے ان مصیبت سے نجات دلانا ضروری ہے۔ اور بلاشبہ یہ اس طرح ممکن ہے کہ گورنمنٹ پہلے رسدات پر پوری نگرانی قائم کر دے پھر قیمتیں مقرر کر دے۔ البتہ قیمتوں کے مقرر کرنے میں کاشتکار کے لئے معقول منافع کا لحاظ کیا جائے۔ ایسا کرنے سے یقینی طور پر اس وقت جو فائدہ مڈل مین کی جیب میں جا رہا ہے وہ بچ جائے گا۔ اور یہ رقم غرباء کی امداد میں صرف کی جا سکے گی۔ مڈل مین کو جو کچھ نفع حاصل ہو رہا ہے اس میں اور دیگر طریقوں سے جو منافع حاصل کیا جا رہا ہے اس کی روک تھام کے لئے صرف زائد منافع ٹیکس کا عائد کرنا ہی کافی نہیں۔ ٹیکس زائد منافع اندوزی کے علاوہ بھی میری یہ رائے ہے کہ جو کچھ یہ اندازہ اس سلسلہ میں ہو چکا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پہلے غلہ کی تجارت کو بالکل مسلط کر دے اور اس کی نگرانی پوری طرح اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس خریدار غلہ کا حکومت کو ہونا چاہئے۔ اور مڈل مین کو بے تعلق کر دینا چاہئے۔ مختلف حالات پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایسا کرنے سے غالباً سرمایہ دار کو نفع اندوزی سے باز کیا جا سکتا ہے۔

اکبر علی خان صاحب قاضی صاحب کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سرکار کی جانب سے کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جانا چاہئے جو رسدات کو حاصل کر کے مناسب قیمتوں پر فروخت کرے۔ کیا یہ زیادہ بہتر نہ ہوگا کہ سرکاری ملازمین کے بجائے یہ کام ان لوگوں کی وساطت ہی سے کیا جائے جو تجارتی کاروبار کرتے آئے ہیں۔ میرے خیال میں سرکاری ملازمین کے بجائے یہ کام تجارت پیشہ شخصوں سے لیا جائے تو کام بھی بہتر ہوگا اور ہمارے ملک کی آبادی کا وہ حصہ جو اس میں مصروف ہے وہ بھی مصروف رہے گا۔

قاضی صاحب۔ سرکار اس کام کو ایک ایجنسی کے ذریعہ کر سکتی ہے۔ جو سول ڈپارٹمنٹ کی جانب سے قائم ہو۔ اور وہ اس کا قابل اطمینان انتظام کر سکتی ہے۔ یہ تو سرکاری ملازم کا فرض ہوگا کہ وہ اجناس کے لئے علیحدہ مارکٹ قائم کریں اور ایک سنٹرل کمیٹی ہوگی۔

اکبر علی خان صاحب ہم نگرانی کی حد تک یہ سمجھتے ہوں سرکار اس انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ لیکن ان رسدات کو حاصل کرنے کے بعد ان کو تقسیم کرنے کا بھی انتظام سرکار ہی کرے۔ یہ تقریباً ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ حکومت رسدات پر نگرانی قائم کرے اور اس کے ساتھ قیمتوں پر بھی نگرانی قائم کرکے بقیہ کاروبار کو تاجروں کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔ یہ بہتر طریقہ کار ثابت ہوگا۔

قاضی صاحب۔ مجھے بہت شبہ ہے بیرسٹر صاحب۔ گذشتہ تجربہ جو کچھ ہے اس کی بنا پر میری یہ رائے ہے کہ رسد اور قیمت دونوں پر بیک وقت پوری نگرانی ہونی چاہیے۔

مس پدمجا نائیڈو۔ آپ کا کیا خیال ہے رنگسوامی صاحب

زرنگ راؤ صاحب: میرا خیال ہے کہ کسی ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ اسے کام کا ہونا بہت مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کاشتکار تو ویسے مجبور رہتے ہیں کہ ان کو کچھ رقموں وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اپنے مقامی ساہوکاروں سے اپنی پیداواروں کی ساکھ پر رقمیں حاصل کرتے ہیں اور یہ ایسی دقت ہے کہ مقامی ساہوکاروں کو جن سے کہ کاشتکاروں کا ہر روز سابقہ پڑتا ہے خارج کرنا بہت مشکل ہے۔

اکبر علی خان صاحب: نرنگ راؤ صاحب آپ نے رقم حاصل کرنے کے طریقے کے متعلق جو خیال ظاہر فرمایا کہ کاشتکار سے مقامی ساہوکار یا تجارت پیشہ کو علیحدہ کریں۔ ہاں میں ایسا ضرور کرنا چاہئے۔ لیکن اس خصوص میں آپ کی کیا رائے ہے کہ قاضی صاحب کے مجوزہ طریقہ سے بیلائی کو اپنے ترد میں لینے کے بعد کیا فروخت کا کاروبار بھی حکومت ہی اپنے نمائندوں کے ذریعہ چلائے یا فروخت کے کام تجارت پیشہ لوگوں کے ہاتھوں میں پھر دے کر جائے۔

زرنگ راؤ صاحب: میرے شرما صاحب میری رائے ... درمیانی جتنے مراحل ہیں ان کی تعداد کو کم سے کم کر دیا جائے۔ یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان اس کا انتظام ہونا چاہئے کہ کاشتکاروں کے پاس سے اجناس سارفین تک اس طرح پہنچیں کہ درمیانی واسطوں سے کم سے کم تعلق رہے۔

اکبر علی خان صاحب: زرنگ راؤ صاحب کیا آپ یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ کاشتکار کو حتی الامکان مقامی ساہوکار کی گرفت سے نجات دلانے کی تدابیر بھی کی جانی چاہئے۔

زرنگ راؤ صاحب: مقامی ساہوکار سے موجودہ حالات کے تحت نجات دلانا تقریباً ناممکن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کاشتکاروں سے میری مراد صرف چند بڑے پٹہ دار ہی نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ان پٹہ داروں سے زیادہ تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو ذاتی اراضیات نہیں رکھتے بلکہ بڑے پٹہ داروں سے اراضیات قول پر لے کر کاشت کرتے ہیں اور ان بیچارے قولداروں کی مالی حالت ایسی رہتی ہے کہ ساہوکاروں سے امداد لئے بغیر ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے ہاں اب تک کوئی "ٹننسی ایکٹ" بھی نافذ نہیں ہے جس سے قولداروں کے حقوق محفوظ رہ سکیں۔ جب کبھی سرکار رعایا کے فائدے اور بہبودی کے لئے تقاوی وغیرہ کی کوئی اسکیم جاری کرتی ہے اس سے پٹہ داروں ہی کو فائدہ ہوتا ہے۔ غریب قولدار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ نہ تو "زیادہ غلہ اگاؤ" کی مہم کے تحت ان کو بہتر تخم مل سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو کھاد میسر آ سکتی ہے۔ لہذا وہ اپنی ہر ضرورت کی تکمیل مقامی ساہوکاروں سے کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے

قاضی صاحب: زرنگ راؤ صاحب کیا آپ کے خیال میں جو امداد کاشتکاروں کو ساہوکاروں سے ملتی ہے وہ حکومت کے ذریعہ سے یا امداد باہمی کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکے گی۔

اکبر علی خان صاحب: مجھے زرنگ راؤ صاحب کی رائے سے اس حد تک اتفاق ہے کہ قانون تحفظ قولداران جلد سے جلد نافذ ہونا چاہئے تاکہ سرکاری مراعات سے وہ بھی کماحقہ مستفید ہو سکیں۔

زرنگ راؤ صاحب: موجودہ تو نہیں ہیں جب تک ترمیم شدہ قولداروں کو حکومت سے کوئی امداد نہیں پہنچ سکتی کیونکہ سررشتہ مال یا کسی متعلقہ سررشتہ کے پاس ان قولداروں کا کوئی مرتبہ یا اسٹیٹس نہیں ہے اور قانون تحفظ قولداران کا مسودہ آج دو سال سے زیر غور پڑا ہوا ہے۔

اکبر علی خان صاحب: مگر زرنگ راؤ صاحب اب تو ... بند ... سے کاشت کرتے ہیں یا بارہ سال سے زیادہ ... چلے آ رہے ہیں ان کی حیثیت تو قانون ... تسلیم کی گئی ہے۔

زرنگ راؤ صاحب: اگر ان قولداروں کا ... ریکارڈ میں ... ہو تو ان کو مدد مل سکتی ہے۔

اکبر علی خان صاحب: یہ اہم مسئلہ ہے لیکن قانون مجوزہ کے ذریعہ قولداروں کی حیثیت اس وقت تسلیم کی جاتی ہے آپ کیا فرماتے ہیں رام کشن راؤ صاحب۔

رام کشن راؤ صاحب: ہاں ٹھیک تو ہے اکبر علی خان صاحب لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قولداروں کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی اور قانون تحفظ قولداران کے نافذ ہونے کے بعد بھی ان کی معاشی حالت میں کچھ ایسی زیادہ تبدیلی نہیں ہوگی۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ اجناس کی تجارت کو پوری طرح نیشنلائز کرنا ضروری ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ اجناس کی پیداوار کو بھی نیشنلائز کیا جائے۔

مس پدمجا نائیڈو: اجناس کو نیشنلائز کرنے سے آپ کی کیا مراد ہے۔

رام کشن راؤ صاحب: پیداوار اجناس کو نیشنلائز کرنے سے مراد میری یہ ہے مس پدمجا نائیڈو کہ حکومت معاشی نظام میں کوئی ایسی عظیم تبدیلی کرے کہ اجناس کی پیداوار کو پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ساری اراضیات نیشنلائز ہو جائیں لیکن ہم اس طرح ایک مشکل سے نکل کر دوسری بدتر مشکل میں جا پھنسیں گے جس سے نجات ہی نہ ملے گی۔ غذائی صورت حال پر غور کرتے وقت ہمیں اس مشکل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے اور کاشتکار سے غلہ حاصل کرنے میں بحالت موجودہ دیہاتی آبادی کے

مفاد کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ فی الوقت گورنمنٹ اتنا ہی کر سکتی ہے کہ جو سرپلس غلہ ہو اسے راست خرید لے۔ غلہ کی ... کے حل کے بارے میں قاضی صاحب نے بڑی مفید بات بتائی لیکن اس میں جو عملی دقت ہے اس کی وجہ سے وہ اس وقت مفید نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا تھا کہ قاضی صاحب کوئی ایسا طریقہ تجویز کریں گے جیسا کہ ... میں اختیار کیا گیا ہے۔ وہاں حکومت نے مختلف رقبوں میں زرعی پیداوار اور مقامی ضروریات کی مقدار علیحدہ علیحدہ متعین کر دی۔ اس کے بعد ... سرپلس رہا اسے گورنمنٹ نے راست حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قاضی صاحب کا یہ خیال کہ اجناس کی تجارت کو پورے طور پر نیشنلائز کر دیا جائے ایک ... ہے لیکن یہی سوال ہے کہ موجودہ دقتیں دور نہیں ہو سکیں گی۔

مس پدمجا نائیڈو: ... انتظام ہوتا ہے ... کیا رام کشن راؤ صاحب کیا اس میں کامیابی ہوگی۔

رام کشن راؤ صاحب: کامیابی تو ہوگی مس پدمجا نائیڈو لیکن انتظامی خرابیوں کے علاوہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ مگر وہ ایک ایسی چیز ہے جسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ کاشتکاروں کی ضرورتیں پوری ہونے کے بعد غلہ راست حکومت لے۔ جیسا کہ زرنگ راؤ صاحب نے کہا دیہی ساہوکاری کے موجودہ طریقہ کو پورے طور پر ... کے لئے معاشی نظام میں آپ کو انقلاب کرنا پڑے گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس وقت یہ بالکل ناممکن ہے۔ انجمن امداد باہمی کے ذریعہ سے اگر کاشتکاروں کی ان ضروریات کو پورا کرنا چاہیں تو کوئی کامیابی یا فائدہ نہ ہوگا۔ پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ امداد باہمی کے تعلق سے بہت کم ... ملی ہے۔ اور بڑے کاشتکاروں نے اگر کچھ فائدہ بھی اٹھایا تو قرض میں انجمن امداد باہمی نے ان کی پیداوار کو ہراج کر کے اپنے قرضہ کی رقم واپس لے لی۔ اس نے موجودہ ... Credit System کے تحت جو کہ اس وقت نافذ ہے ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ اجناس کی خرید و فروخت میں تاجر کا کم سے کم حصہ رہے۔

مس پدمجا نائیڈو: ... وقت تک نہیں ... زرعی پیداوار ... حاصل ہے ... لانے جانے کے ذریعوں پر ... کیا ایسی صورت میں بھی یہ طریقہ مفید ثابت ہوگا۔

قاضی صاحب: میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ وقت نہیں ہے۔ رام کشن راؤ صاحب نے طرح طرح کی ... سامنے رکھ چھوڑ دیں ... کی سوچ رہا ہوں ... یہ واقعہ نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ اگر گورنمنٹ اجناس اپنے ہاتھ میں پوری طرح لے تو اس کو کرنا یہ ہوگا کہ ہر ضلع ... یونٹ بنائے اور اس یونٹ کی ضروریات کو پورا

کرنے کے بعد ہمارے سرپلس پر قبضہ کرے۔ اور اس ذخیرہ کو ایک مرکز پر رکھ کر وہاں سے فرد اور دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے۔ میں نے موجودہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی تھی۔ موجودہ ضرورت کو چھوڑ کر کسی دوسرے یا آئندہ مسئلہ کا حل پیش کرنا میرا مقصد نہیں تھا۔ میں زیادہ تفصیل میں جانا چاہتا تھا مگر وقت نہیں ہے۔

رام کشن راؤ صاحب ۔ اچھا قاضی صاحب۔ برآمد اور درآمد کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اجناس باہر بھیجی جائیں یا نہیں!

قاضی صاحب ۔ میرا خیال یہ ہے کہ اول خویش بعد درویش! پہلے اپنی ضرورتیں پوری کر لیں اور اس کے بعد سرپلس اجناس کی جو مقدار ہمارے پاس بچ رہے اس کو ہم بڑی خوشی سے اپنے ہمسایہ کو دیں۔ لیکن جب تک اپنی ضرورتیں پوری نہ کرلیں اس وقت تک ہم اپنا غلہ اور اجناس باہر نہیں بھیج سکتے کیونکہ ایسا کرنا بالکل خلاف عقل ہوگا۔

رام کشن راؤ صاحب ۔ آپ جانتے ہیں قاضی صاحب! گورنمنٹ آف انڈیا نے حال میں یہ احکام جاری کئے تھے کہ ہندوستان کے بہت بڑے حصہ میں آزادانہ درآمد اور برآمد ہونی چاہئے اور ایک بڑے حصہ کو محفوظ بھی کر دیا تھا بالآخر یہ احکام ملتوی ہوگئے ہیں تاہم اس سلسلہ میں یہ قرار پایا ہے کہ ریاستیں اور صوبے سب ہندوستان کے جزو ہیں اس لئے غذا کے بارے میں سب کی قومی پالیسی ایک ہی ہونی چاہئے۔ اس کے تحت ہر حکومت کو خود اپنی غذائی پالیسی مقرر کرنے کے مطلقین نہ ہونا چاہئے بلکہ حکومت ہند کا تصور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حکومت اپنی غذائی پالیسی کو وسیع کرکے قومی غذائی پالیسی اختیار کرے۔ اس وقت کا کیا حل ہے؟

قاضی صاحب ۔ پچھلے تین سال میں گورنمنٹ آف انڈیا کی سیکڑوں پالیسیاں بنیں اور ٹوٹیں ایسی پالیسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا تجربہ یہ ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں رام کشن راؤ صاحب کہ ہر دوسرے مہینے میں ایک نئی پالیسی شروع ہوجاتی ہے اور جو پالیسی شروع ہوتی ہے وہ پھر چھ مہینے بعد بدل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ہمارا اپنی مقامی ضروریات کو بھول جانا قرین عقل نہیں۔

مس پدمجا نائیڈو ۔ سوال گورنمنٹ سے اگر بے تعلق اختیار کی جائے تو چاول اور گیہوں کے متعلق کیا ہوگا۔

اکبر علی خان صاحب ۔ میں سمجھتا ہوں قاضی صاحب کہ اس حد تک دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ ملک کی ضروریات مقدم ہیں ہم کو چاہئے کہ ناگزیر ضروریات کی اشیاء جہاں تک ان کا استعمال اس ملک میں معلوم ہوتا ہے یعنی جوار چاول باجرہ گیہوں وغیرہ باہر برآمد نہ کریں۔ البتہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اگر ہمارے پاس سرپلس بچے تو اس کو باہر بھیجنے کے متعلق غور کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر کوئی چیز باہر بھی جائے تو وہ منافع جو یہاں کی اوسط قیمت اور برٹش انڈیا کی اوسط قیمت میں فرق کی وجہ سے حاصل ہو وہ کسی ایک فرد کی جیب میں نہ جانا چاہئے تاکہ وہ اس رقم کو ان اخراجات کی پابجائی میں صرف کرسکے جو گرانی کو قابو میں رکھنے اور سستی دوکانیں کھولنے کے لئے جاری ہیں۔ اور یہ فائدہ اس رقم میں شریک کیا جاسکتا ہے جو محصول زائد نفع اندوزی سے حاصل کی جائے گی۔ میں ضمناً یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ محصول زائد نفع اندوزی سے جو رقم حاصل ہوگی اور اس کی حاصل رقم گرانی کو دور کرنے کی تدابیر پر صرف ہوگی اس کے متعلق صنعتوں کے متاثر ہونے کے جو اندیشے ظاہر کئے جا رہے ہیں وہ تفصیلی غور کے محتاج ہیں۔ یہ ایک بالکل علحدہ مسئلہ ہے کہ حیدرآباد میں صنعتی ترقی کے متعلق زمانہ سابق میں بہت کم توجہ کی گئی۔ لیکن اس کو محصول زائد نفع اندوزی کے مسئلہ سے ملانا اور غیر منطقی نتائج اخذ کرنا صحیح طریقہ استدلال نہیں کہا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب ۔ اکبر علی خان صاحب نے درآمد اور برآمد کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے اس کا تعلق ایک اور مسئلہ سے بھی ہے اور وہ حمل و نقل کا مسئلہ ہے یہ بہت دشوار مسئلہ ہوگا اس لئے کہ ہم خود اپنے ملک کی حمل و نقل پر قادر نہیں ہیں تو پھر ہماری درآمد کا کوئی سوال رہتا ہے اور نہ برآمد کا۔ کیا آپ اس مسئلہ کے حل کرنے کی کوئی ترکیب بتلا سکتے ہیں۔

اکبر علی خان صاحب ۔ میں کہتا ہوں جہاں تک ہماری ریلوے کا تعلق ہے اغذیہ کے مسئلہ کو کافی اہمیت دی جانی چاہئے۔ اور حمل و نقل میں اس کا خاص لحاظ رہنا چاہئے۔

قاضی صاحب ۔ لیکن یہ لحاظ کون دلاسکتا ہے صاحب!

اکبر علی خان صاحب ۔ محکمہ ریلوے اور حکومت سرکارعالی۔ پبلک کا یہ مطالبہ عرصہ سے رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس متفقہ مطالبہ پر محکمہ ریلوے کو توجہ کرنی چاہئے اور حکومت سرکارعالی کو بھی۔

رام کشن راؤ صاحب ۔ مولوی اکبر علی خان صاحب آپ نے ابھی فرمایا تھا اگر ہمارے پاس سرپلس ہو تو ہمیں اسے باہر بھیجنا چاہئے۔ اور قاضی صاحب نے فرمایا اول خویش بعد درویش یہ بالکل صحیح۔ لیکن میں سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی رائے میں کیا ہمارے پاس کوئی سرپلس ہے اور کیا حیدرآباد خود مکتفی بن سکتا ہے؟

اکبر علی خان صاحب ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ضروری اجناس کی حد تک ہم خود مکتفی نہیں ہیں۔

مس پدمجا نائیڈو ۔ کونسی اجناس۔ چاول اور باجرا یا ان کے سوا اور بھی کوئی اجناس آپ بتاسکتے ہیں۔

اکبر علی خان صاحب ۔ چاول، باجرا، جوار، گیہوں لیکن اعداد و شمار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم کو کافی مقدار میں چاول اور گیہوں لے رہے ہیں ہم نے ایک حد تک جوار اور کافی مقدار میں باجرہ ملک سے باہر بھیجا ہے لیکن موجودہ صورت حال میں جب کہ چاول باہر سے حاصل ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے اور گیہوں کی جو مقدار مل سکے گی وہ بھی بہت زیادہ قابل لحاظ نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کم امکان ہے کہ ہم ضروری اجناس میں سے کچھ برآمد کرسکیں گے۔

رام کشن راؤ صاحب ۔ آپ کی رائے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اکبر علی خان صاحب کہ اجناس جس مقدار میں ہماری ریاست میں پیدا ہوتی ہیں وہ خود ہمارے لئے کافی نہیں ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا آپ ضروری نہیں سمجھتے کہ غلہ کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے کاشتکاروں کو اس پر مائل کرنے کے لئے آپ کیا تدبیریں تجویز فرمائیں گے جب تک اضافہ پیداوار کی جانب توجہ نہ کی جائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوسکے گا۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اکبر علی خان صاحب ۔ میرا خیال ہے رام کشن راؤ صاحب کہ ان چند تدبیروں سے جو میں نے اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے پیش نظر کی ہیں یہ تجویز بھی ہے کہ غلہ کو زیادہ سے زیادہ اگانے کے لئے ہمارے کاشتکاروں کو تحریص و ترغیب دی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ تدبیر تقاوی وغیرہ دینے کے علاوہ ان کو اس امر کا اطمینان دلانے پر بھی مبنی ہوگی کہ اس پیداوار سے ان کو واجبی طور پر منافع حاصل ہوسکے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان اراضیات کو جو کافی تعداد میں افتادہ پڑی ہوئی ہیں کاشت پر اٹھانے کی بابت بھی محکمہ مال کو غور کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی آبپاشی کے ذرائع کو وسیع کرنا چاہئے۔ اور جو ذرائع مرور زمانہ کی وجہ سے خراب ہوگئے ہیں ان پر بھی حکومت سرکارعالی کی توجہ کی ضرورت ہے۔ آبپاشی کا مسئلہ بہت زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔

مس پدمجا نائیڈو ۔ آپ کی کیا رائے ہے نرسنگ راؤ صاحب! زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم پر کچھ آپ بھی روشنی ڈالیں گے۔

نرسنگ راؤ صاحب ۔ زیادہ غلہ اگانے کے لئے ضروری ہے کہ کاشتکاروں کو اس امر کی گیارنٹی دی جائے کہ حکومت کی جانب سے دوران جنگ میں اور جنگ کے بعد کم از کم دو سال کے لئے واجبی قیمتیں ملیں گی۔ میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ واجبی قیمت سے میری مراد وہ قیمت ہے جو کاشت کے مصارف اور کاشتکاروں کی ضروریات کی چیزوں کی قیمتوں کے تناسب سے مقرر کی گئی ہو۔ چنانچہ انگلستان میں اس قسم کی ضمانت دی گئی مفید نتیجہ یہ نکلا کہ سنہ ۱۹۴۲ء میں سابق کے مقابلہ میں

دہندوں میں ۳۵ فیصد اور غذائی اجناس میں ۵۰ فیصد کا اضافہ ہوا۔ میرے خیال میں ہماری غذا کا مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب کہ تمام متعلقہ مفادات ایثار سے کام نہ لیں۔ کاشتکاروں کو اونچی قیمتوں کی حرص اور ساہوکاروں کو نفع اندوزی کے لالچ سے باز رہنا ہے تو تاجرین کو اس زمانے میں یہ توقع نہ رکھنی چاہئے کہ جنگ سے پہلے کی قیمتوں پر غلہ مل سکے گا۔ انہیں بھی کچھ ایثار سے کام لینا چاہئے۔ اور حکومت کے لئے بھی ایثار سے کام لینا ضروری ہے۔ غذا کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت ان تمام مفادات کو اپنے اعتماد میں لے۔

اکبر علی خان صاحب یہ واجبی خواہش ہے کہ جو انتظامات اس کی نگرانی کے لئے کئے جائیں ان میں پبلک عنصر کو بھی شامل کیا جائے۔

قاضی صاحب - یہ جو آپ نے فرمایا نرسنگ راؤ صاحب کہ گورنمنٹ کو بھی ایثار سے کام لینا چاہئے تو آپ کا اس سے کیا مطلب ہے۔

نرسنگ راؤ صاحب مطلب یہ ہے قاضی صاحب کہ یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے کہ دفتری حکومت کے عہدہ داروں سے اس کے حل کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ عوام کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مسئلہ انہی کا مسئلہ ہے۔ اور اس کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ حکومت ایک ایسا ادارہ قائم کرے جس میں ان تمام متعلقہ مفادات کی نمائندگی ہو۔ اور اس ادارہ کو پیداوار، سپلائی، تقسیم، ٹرانسپورٹ، قیمتوں کے تعین، درآمد و برآمد اور غلہ حاصل کرنے اور اس کی رسد بندی کے وسیع اختیارات حاصل رہیں۔

مس پدمجا نائیڈو حیدرآباد میں غذائی مشکلوں کو دور کرنے کے لئے آپ لوگوں نے جو رائیں ظاہر کیں ان سب کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو چاہئے کہ غذا کے بارے میں اپنے پروگرام اور آئندہ پالیسی کا اعلان کر دے۔ حیدرآباد کی غذائی پالیسی میں ہندوستان کی حکومت کی غذائی پالیسی کا خیال رکھنا ضروری نہیں۔ بلکہ حیدرآباد کے لوگوں کی فوری ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ غذائی مشکلوں کو دور کرنے کے لئے دراصل دو طریقوں پر کام کرنا ہوگا۔ ایک طریقہ ایسا ہو جس سے ملک کی اس زمانے کی ضرورت پوری ہو اور دوسرے طریقہ سے آئندہ ضرورت کے لئے غلہ اکٹھا کیا جائے۔ اور یہ کام جنگ کے بعد اہم کاموں میں سے ایک ہوگا۔ چاہئے اس زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنا ہو یا آئندہ کے لئے پیش بندی کرنی ہو دونوں صورتوں میں پبلک سے مدد لینی چاہئے۔ ملک اس وقت تک پوری طرح ہاتھ نہیں بٹا سکتی جب تک اس پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ایک Central Advisory Food Council بنائی جانی چاہئے۔ جس میں غیر سرکاری ممبروں کی تعداد زیادہ ہو اور یہ ممبر کونسل میں بیوپاریوں، خریداروں اور کسانوں کی نمائندگی کریں۔ غذائی پالیسی اور پروگرام کے سارے مسئلوں کو حل کرنے کا پورا اختیار اس کو ملنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مسٹر نرسنگ راؤ نے کہا اس کونسل کو نہ صرف پیداوار، سپلائی، تقسیم، درآمد اور برآمد پر پورا اختیار رہے بلکہ رعایا کی امداد کے لئے جو رقم مقرر کی گئی ہے اس کے خرچ میں بھی اس کی رائے کو دخل ہونا چاہئے۔ مثلاً پبلک چاہے گی کہ زائد منافع کے محصول کی رقم اس کی رائے سے خرچ کی جائے۔ کیوں کہ حکومت نے اس آمدنی کو جنگ کے زمانہ میں غذائی مشکلوں کو دور کرنے کے کام پر لگانے کا وعدہ کیا ہے۔ جن لوگوں پر زائد منافع کے محصول کا بار پڑے گا انہیں حکومت صرف اسی طرح مطمئن کر سکتی ہے۔ لیکن میرے رائے میں جو کچھ بھی کرنا ہے فوراً کرنا چاہئے۔ وقت گزر جانے تو پیچھے سے پچھتانے سے کوئی فائدہ ہوگا اور نہ زیادہ روپیہ خرچ کرنے سے حالات سدھر سکیں گے۔ غذا کی مشکلوں کو دور کرنے کے لئے جو ضروری کام کرنے ہیں انہیں فوراً شروع کر دینا چاہئے۔ عام طور پر سرکاری کام جس طریقہ سے کئے جاتے ہیں اس میں زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ اس طریقہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔ پبلک سخت پریشان ہے۔ اس لئے پورے اختیارات سے کام لینا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو حکومت کو اپنے اصل مقصد میں بھی کامیابی نہیں ہوگی یعنی وہ اپنی رعایا کی حفاظت نہیں کر سکے گی۔

مملکت آصفیہ کی معاشی و شہری
ترقی کی سرگزشت

(بقیہ سلسلہ صفحہ (اول))

بھی نمایاں اختیار کی گئیں اور حکومت [illegible] حسب ذیل محکمہ جات قائم ہو گئے ہیں۔

محکمہ بلدی اور [illegible]

۱۔ [illegible] کی ذخیرہ گاہ

۲۔ شعبہ [illegible]

۳۔ [illegible] کے [illegible]

۴۔ مدارس کی طبی معائنہ

۵۔ شفاخانہ امراض متعدی

۶۔ شعبہ غذائیت

۷۔ شعبہ زچہ خانوں و بہبودی اطفال

۸۔ گشتی دواخانے اور [illegible]

۹۔ جذام کا علاج

۱۰۔ [illegible] کا علاج

ٹیکہ اندازی امراض متعدی اور [illegible] پیدائش و اموات سے متعلق قوانین کے مسودات زیر غور ہیں۔ [illegible] قانون بن جائیں گے۔ پیدائش و اموات کے [illegible] کا ایک محکمہ بھی قائم کیا جا رہا ہے۔ [illegible] کی اسکیموں سے متعلق سرگرمیوں میں نظم و ربط پیدا کرنے اور ان کی نگرانی کرنے کی غرض سے حکومت نے ایک مرکزی بورڈ قائم کیا ہے۔ [illegible] کی تجاویز کو روبہ عمل لانے کے لئے اضلاع و تعلقہ جات کے متفرق مقامات میں بھی شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ تعلیم دیہی کے لائحہ عمل میں حفظان صحت عامہ کی ترقی کو نمایاں اہمیت حاصل ہے اور آبادی کی ترتیب اور تعلیم بالغان بھی اس میں شامل ہے۔

مجلس آبرسانی بلدہ ۱۹۱۳ء میں قائم ہوئی تھی اور [illegible] شہر کے گنجان علاقوں کی حفظان صحت [illegible] مکانوں کی تعمیر پوری طرح کوشاں رہی ہے۔ چنانچہ [illegible] مکانات تعمیر کئے جا چکے ہیں اور شہر کے مختلف حصوں میں [illegible] روپے کے مصارف سے [illegible] زیادہ مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔

۱۰۔ اضلاع اور [illegible] علاقوں میں [illegible] تقسیم [illegible] قائم ہو چکی ہیں اور منتخب کردہ مواضعات کی تعداد [illegible]

محکمہ مالیات

حکومت کی ان تعمیری سرگرمیوں کی کثیر [illegible] سرکاری موازنے سے جن کا خاصہ [illegible] مکمل ہونا [illegible] نمایاں کرنا ممکن نہ ہوتا۔ کیونکہ صرف [illegible] آب پاشی کی اسکیموں [illegible] کی تنصیب پر [illegible] روپے سے زیادہ رقم صرف ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ریلوے کی خریداری پر بھی تقریباً (...) روپیہ صرف [illegible]

ہو گئے۔

اگرچہ کہ مختلف محکموں بالخصوص تعمیرات، آبپاشی [illegible] تعمیرات اور آبپاشی جیسے قومی تعمیری محکموں کے لئے منظور کردہ رقموں میں [illegible] فیصد اضافہ ہوا ہے تاہم حکومت نے تقریباً [illegible] لاکھ روپے کے [illegible] ذرائع و وسائل آب پاشی اور دوسری مختلف شعبوں میں [illegible] کئے ہیں۔ ان کے علاوہ امداد قحط، آبرسانی اور [illegible] کی تعمیر جیسی اسکیموں کے لئے گذشتہ بجٹوں سے بچت شدہ کثیر رقوم [illegible] جا رہی ہیں۔

صنعت و حرفت میں حیدرآباد کی جو ساکھ قائم ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حکومت کس [illegible] حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ حقیقت میں اپنی [illegible] کی بدولت مملکت حیدرآباد کے لئے یہ ممکن ہو سکا ہے کہ صنعتوں کو ترقی دینے کی وسیع اسکیم کو روبہ عمل لائے۔ چنانچہ اب نئی صنعتیں قائم کی جا رہی ہیں اور پرانی صنعتوں کو مزید مالی امداد دی جا رہی ہے۔ [illegible] کی ترقی کے لئے نئی اسکیمیں مرتب ہوئی ہیں اور بعض صنعتوں کو مالی امداد دینے کی غرض سے [illegible] کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ ان اسکیموں کی کامیابی کے لئے لازمی طور پر [illegible] اور اس کے بعد مملکت حیدرآباد ہندوستان کے ایک [illegible] مرکز کی حیثیت سے [illegible] ترقی پر گامزن ہو گی۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا مجوزہ جلسہ
مسٹر گوپی ناتھ سری واستو کی توضیحات

لکھنؤ ۳۰ جولائی۔ مسٹر گوپی ناتھ سری واستو نے گاندھی جی کی خط و کتابت کی روشنی میں کانگریس کی پالیسی کو [illegible] طور پر واضح کرنے کے لئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ارکان کا جلسہ منعقد کرنے کی جو تجویز پیش کی تھی اس پر جو ردعمل ہوا ہے اس کے متعلق مسٹر سری واستو نے ایک بیان دیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میرے بعض معترضین نے مجھ پر اس وجہ سے [illegible] کی ہے کہ ان کے خیال میں میرے بیان سے گاندھی جی پر عدم اعتماد ظاہر ہوتا ہے۔ میں اسے واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سوال یہ نہیں ہے کہ گاندھی جی یا کسی شخص پر عدم اعتماد ظاہر کیا جائے اس کے برخلاف مجھے اس بات کی کسی سے کم فکر نہیں ہے کہ گاندھی جی اور دوسرے قائدین عملی طور پر رہنمائی کرتے رہیں۔

مسٹر گوپی ناتھ سری واستو نے جو تجویز پیش کی تھی کہ [illegible] قرارداد کے عملی جزو کو مکمل طور سے معطل کر دیا جائے اس کے متعلق انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ [illegible] اس کے معقول اسباب ہیں [illegible] وقت [illegible] آل انڈیا [illegible] اس مسئلے پر [illegible] فیصلہ کریں۔

حمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن ... دفتر مملکت ... شائع ہوا۔